CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دستِ زلیخا

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دستِ زلیخا

15/9/83

سلمیٰ جاوید

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بہار اردو اکاڈمی کے جزوی مالی تعاون سے

- سن اشاعت ——— ۱۹۸۳ء
- تعداد اشاعت ——— ۱۰۰۰
- کتابت ——— سوز داناپوری
- قیمت فی کاپی ——— بارہ روپے
- زیر اہتمام ——— قمر بلیغ وقار
- تزئین کار ——— قیصر سرمست
- طباعت ——— پٹنہ لیتھو پریس، پٹنہ ۴

ناشر:
زیور پبلی کیشنز
باقر گنج، پٹنہ ۴

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شمار

انتساب ۴
انگشتِ شہادت ۵
لکیریں ۶
انگلیاں اور نشانات ۱۱
دستِ زلیخا ۲۱
زندگی کا المیہ ۲۲
مادرِ مہرباں ۲۳
سُکھ کے سینے کا دکھ ۲۷
اے عظیم آباد ۳۰
سفیدہ خون ۳۲
جشنِ جمہوریت ۳۴
مُردہ گاؤں کی لاش ۳۷
اِک چراغ اور بُجھا ۴۰
زیبِ گلو ہونے تک ۴۳
لغت کے بے معنی الفاظ ۴۷
ڈھونگ ۴۸
کوئی شکوہ نہیں ۵۰
میری رگوں میں خون بہت ہے ۵۱
شب پرگی ۵۳
بکھری پڑی ہیں خشک کلیاں ۵۵
آؤ ۔ اِک فیصلہ وقت کریں ۵۷
بیسویں صدی کی بنتِ حوّا ۵۹
ترائیلے ۶۱
ممی ارمانوں کی ۶۲
بوسۂ پدرانہ ۶۴
نسلِ آدم کے لئے ۶۵
عروج و زوال ۶۸
ارادے ۶۹
ستارۂ لرزاں ۷۰
سرودِ نو ۷۱
دورِ سیمیں ۷۳
شریکِ حیات سے ۷۶
کچھ بھی تو نہیں ۷۷
آتشِ یخ زدہ ۷۸
گذرتے موسم کی چاپ ۸۱
کون کہتا ہے ۸۳
رشتہ اپنے ماضی ۸۴
اپنے بیٹے فیصل شہریار کے لئے ۸۷

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اَپنی

محبوب مادرِ علمی

پٹنہ یونیورسٹی

اور

اپنی

مادرِ مہرباں

رابعہ احمد ــــ کے نام

ایک کے سایۂ عاطفت نے

میرے ذہن و شعور کی

تربیّت فرمائی

اور

دوسری کی آغوشِ رحمت

نے

میرے ذوقِ وجدان کو

پروَان چڑھایا۔

سلمیٰ جاوید

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انگشت شہادت

میں اپنی انگشت، اس شمارے کے لئے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں مگر اُردو ادب کا ہر بالغ نظر قاری اس بات کی شہادت دے گا کہ تجریدی ادب ارتقا کی جانب مائل پرواز ہے اور بلا شبہ اس ادب میں خواتین نے پورا پورا حق ادا کیا ہے اور اپنی تخلیقات سے اُنھوں نے دامانِ ادب میں جو گُل بوٹے کھلائے ہیں۔ اس سے یہ صنف گُلستاں و بوستاں بَن گئی ہے۔

پھر بھی ہمارا دانش ور طبقہ اس بات کا شاکی ہے۔ اور اس کی یہ شکایت بجا ہے کہ خواتین جہاں غزل گوئی میں خاصی آگے ہیں وہیں وہ نظم نگاری میں نہ صرف پیچھے رہ گئی ہیں بلکہ کسی صَف میں بھی دکھائی نہیں دیتیں۔

لیکن ایسی بات نہیں ہے، خواتین بھی نظم نگاری کی جانب مائل ہیں اور کافی اچھا لکھ رہی ہیں۔ سلمیٰ جاوید کا نام اس ضمن میں جانا پہچانا ہے وہ رسائل میں بھی لکھتی رہی ہیں اور ریڈیو سے برابر نشر ہوتی رہتی ہیں۔ اُنھوں نے تجریدی ادب میں کئی وقیع تجارب بھی کئے ہیں جنھیں ذہین قاری نے کافی سراہا ہے۔

"زیور پبلی کیشنز" ان کے مجموعہ "دستِ زُلیخا" کو نہایت فخر و مباہات سے پیش کر رہا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ادارے سے شائع شدہ یہ کتاب بھی دُنیائے اُردو میں مقبول ہو گی۔

(ناشر)

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لکیریں

میں نے تو کاغذ پہ آڑی ترچھی۔ ٹیڑھی میڑھی لکیریں الفاظ کے وسیلے سے کھینچی تھیں اور اُس وقت کہ جب میں ہائی اسکول میں پڑھتی تھی۔ انھیں دیکھنے کے بعد میری اساتذہ نے اُن کے پیکر میں معانی و مفہوم داخل کر دیئے اور پھر ستم یہ ہوا کہ رسائل کے مدیرانِ کرام نے ان میں افکار کی روح ڈال دی اور تعلیم یافتہ طبقہ نے انھیں بنظرِ استحسان دیکھا۔

میں جس صبح اس ارض بسیط میں قضا و قدر کے حکم سے داخل ہوئی وہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی۔ میری ولادت کی اطلاع میرے جد امجد حضرت مولانا نثار نوّر اللہ مرقدہٗ کو جس وقت میری دادی نے پہنچائی وہ نماز و تلاوت سے فراغت کر کے سر سیّد مرحوم کی سوانح "حیاتِ جاوید" کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ چونکہ تین پشتوں سے میرے خانوادے میں اولاد اناث کی ولادت نہیں ہوئی تھی اس لئے جد امجد مرحوم نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرمانے کے بعد میرے کانوں میں تکبیر و اقامت کہی اور سلمیٰ جاوید میرا نام رکھّا۔ میرے والد محترم جناب حکیم غبار بھٹّی اس زمانے میں ضلع سلطان پور (یو۔ پی) کے ایک قصبہ میں پریکٹس کرتے تھے۔ وہ عین عید کے دن تشریف لائے اور اپنے والد محترم سے انھوں نے عرض کیا کہ آپ نے سلمیٰ کے ساتھ اپنے نام نامی کا اضافہ کیوں نہیں فرمایا۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تو اُنھوں نے بڑی ملاطفت سے فرمایا کہ "جہاں تک قرآن فہمی اور اس کی نیچری تفسیر کا تعلّق ہے مجھے سر سیّد مرحوم سے قطعاً اختلاف ہے۔ مگر ان کی سیرت اور جذبۂ ملک و ملّت سے میرا قلبی تعلّق ہے۔ اس بچّی کے نام میں "جاوید" اسی تعلّقِ خاطر سے میں نے شریک کیا ہے۔ میرے عظیم خانوادے میں لڑکیوں کی تعلیم صفر سے نیچے درجے تک رہی ہے۔ ممکن ہے کہ میری یہ پوتی اس نام کی برکت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔

واقعہ ہے کہ جدامجد کی دُعا اور اس عظیم نام کی برکت ہی کی بدولت میں نہ صرف خاندان بلکہ علاقہ کی پہلی لڑکی ہوں جس نے باضابطہ ابتدائی اسکول سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک ریگولر تعلیم حاصل کی۔ اور اس نام ہی کا فیضان تھا کہ بی اے آنرز میں ٹاپ کیا، اور ایم اے بھی فرسٹ کلاس میں کیا اور بحمداللہ اب اپنے جدامجد حضرت مولانا نثار نوراللہ مرقدہٗ کے " فن اور شخصیت" پر پی ایچ ڈی کر رہی ہوں اور میری یہ خوش بختی ہے کہ دنیائے ادب کے معروف و معتبر نقّاد پروفیسر کلیم الدّین احمد صاحب میرے کام کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس امتحان میں بھی کامیابی سے گذر جاؤں گی۔

میں نے نہ صرف شعر و ادب کے ماحول میں آنکھ کھولی ہے بلکہ شعر و ادب کی لطیف و حسین آغوش میں ہی پرورش پائی ہے۔ ارضِ عظیم آباد کا مجھ پر یہ عظیم احسان ہے کہ اُس نے مجھے علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ چنانچہ میں نے اپنی نظم "اے عظیم آباد" میں لکھا ہے:

سرزمیں یہ وقف ہے ہر اک سے اُلفت کے لئے
پھُول برساتے ہیں، ہر شے پر، محبّت کی مہک
آنکھ میں کھب جاتی ہے سرسبز سبزے کی لہک

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور ہوا چلتی ہے پاکیزہ محبّت کے لئے

اے عظیم آباد — اے شہر عظیم آباد —— ہاں!

والد محترم سے شہر بلکہ صوبہ کے تمام ادباء و شعراء سے تعلّقات ہیں۔ غربت کدہ پر حضرت زارؔ عظیم آبادی مرحوم، حضرت رضیؔ مولانگری مرحوم، حضرت علّامہ جمیلؔ مظہری مرحوم کے علاوہ جناب کلیم عاجزؔ، جناب عطاؔ کاکوی، جناب رضا نقوی واہیؔ، جناب منظر امام، جناب ظہیر صدیقی، جناب سلطان اخترؔ اور بہت سے اصحاب ملنے کے لئے آتے رہے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں کی آوازیں سُنی ہیں۔ ان کے کلام سے محظوظ ہوئی ہوں۔ علّامہ جمیل مظہری سے کچھ اسباق پڑھنے کی سعادت بھی ملی ہے۔ اس کے علاوہ میرے ایک منظوم خط کے جواب میں حضرت علّامہ مرحوم نے ایک طویل شفقت نامے میں یہ شعر لکھے تھے:

اے عزیزہ نسیم صبح بہار — سرمۂ دیدۂ بصیر غبار
بنتِ فخر سخنوراں سلمیٰؔ — قرۃ العین شاعراں سلمیٰؔ
جوہر افروز زرگراں ہے تو — اپنے "زیور" میں ضوفشاں ہے تو
ہے سفینہ رواں دواں اس کا — تیرا آنچل ہے بادباں اس کا
اب کہ ہے میری زندگی کی شام — چشم بے کانگاں کو میرا اسلام
تم بھی میری دعائیں لو بیٹی — ہاتھ سر پر رکھوں، جھکو بیٹی

عمویم جناب رضا نقوی واہیؔ نے بھی اپنے ایک طویل منظوم ملاطفت نامہ میں لکھا ہے:

خوش رہو میری عزیزہ مری سلمیٰ بیٹی
خوب تھا نامۂ منظوم تمہارا بیٹی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لطف لے لے کے پڑھا اور کئی بار پڑھا
اتنا دلچسپ تھا ہر شعر معرّیٰ بیٹی
فخر کی بات ہے یہ حضرت "بھٹّی" کے لئے
کہ اولوالعزم ہو تم دونوں ہی بیٹا بیٹی

بابا سیدہ شاہ شریف حسین تبسّم صابری اعلی اللہ مقامہٗ نے تحریر فرمایا :

میری سلمیٰ، مری گہوارۂ قلبِ معصوم
عمر بھر عید کا سرمایۂ راحت ہو نصیب
شاہدِ ولولۂ دل کو ہمیشہ کے لئے
قیمتِ شوق کا ہر 'زیور' عشرت ہو نصیب

مری دُعائے خلوصِ دل کا ہے تم سے روشن جہان سلمیٰ
خُدا کرے تم کو راس آئے یہ علم کا امتحان سلمیٰ
ملے تجھے 'زیورِ حقیقت' خدائے ارض و سما کے گھر میں
ہمیشہ چُومے قدم کو تیرے بلندیوں کا نشان سلمیٰ

میرے برادر محترم رضوان احمد صاحب (چیف ایڈیٹر روزنامہ "عظیم آباد ایکسپریس" پٹنہ) نے جب ماہنامہ "زیور" جاری کیا تو مجھے ہی اس کی مُدیرہ مقرر فرمایا۔ اِس طرح ہند و پاک کی جملہ خواتین اہلِ قلم سے میرا رابطہ رہا ہے رسالوں میں اشاعت کے ساتھ ساتھ میرا کلام ریڈیو سے نشر بھی ہوتا رہا ہے اور قارئین و سامعین سے خوشگوار رشتہ برابر قائم رہا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں نے اگر طبقۂ نسواں کی آزادی کے نغمے گائے ہیں تو اس کی عفت و عصمت، محافظت اور سلامتی پر بھی میری نظر رہی ہے اور میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ عریانیت سے پرہیز کروں۔ تاکہ اس کے لطیف پیکر کا کوئی حصہ اس طرح واشگاف نہ ہو کہ اس کی عفت پر آنچ آسکے۔

میں اپنے محترم ظہیر صدیقی صاحب کی نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے کلام کو بہ نظر غائر مطالعہ فرما کر میری رہنمائی فرمائی ہے اور مجھے مفید مشوروں سے نوازا ہے۔

سلمیٰ جاوید

••

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انگلیاں اور نشانات

دستِ زلیخا کی نظمیں ایک حسّاس اور باشعور طالبہ کے معصومانہ ذہن کی اپج ہیں۔ سلمیٰ جاوید نے حال ہی میں ایم۔اے کیا ہے اور اس وقت پی۔ایچ۔ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہی ہیں۔ ان کی عمر کم ہے، زندگی کے تجربات محدود ہیں اس لئے ان کی نظمیں عظیم شاعری کے درجے کو نہیں چھوتیں۔ اس کے باوجود 'دستِ زلیخا' کا پیش لفظ لکھتے ہوئے ایک خاص طرح کی فرحت وطمانیت کا احساس ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں عموماً اور بہار میں خصوصاً اُردو شاعرات کا کال ہے۔ کچھ ہیں جن کی ہلکی پھلکی تقلیدی غزلیں۔ ہلکے پھلکے رسالوں میں رقاصہ یا ساقی، صراحی اور جام کے عامیانہ سکیچز کے ساتھ نظر نواز ہوتی ہیں یا کبھی کبھار نام نہاد آل انڈیا مشاعروں میں فلک شگاف داد وتحسین کی صداؤں کے درمیان "لطف سماعت" دے جاتی ہیں۔ لیکن جہاں تک نظم گوئی کا تعلّق ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعرات شعوری طور پر نظموں سے پرہیز برتتی ہیں۔ غالباً یہ ان کے اجتماعی پرہیز ہی کا نتیجہ ہے کہ فی زمانہ شفیق فاطمہ شعری، زاہدہ زیدی اور ساجدہ زیدی کے علاوہ کوئی اور قابل اعتبار نظم گو شاعرہ نظر نہیں آتی۔

سلمیٰ جاوید نظم گوئی کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ اس لئے ان کی نظموں میں وہ رچاؤ نہیں کہ میں ان کو متذکرہ تین مستند شاعرات کی صف میں لانے کی جرأت کروں۔ میں تو بقول شاد عظیم آبادی یہ چاہتا ہوں کہ:

"صفِ آخری سے بھی دور تک جو اشارہ ہو تو وہیں سہی"

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یوں بھی مسئلہ قحط الشّاعری کا نہیں، قحط الشّاعرات کا ہے۔ دستِ زُلیخا کی سلیس و عام فہم نظمیں اُردو شاعری میں گراں بہا اضافہ ہوں یا نہیں، شاعرہ سلمیٰ جاوید، اُردو شاعرات کے زمرے میں ایک قابلِ قدر اضافہ ضرور ہیں۔

سلمیٰ جاوید کو شعری ذوق ورثے میں ملا ہے۔ ان کے جدِ امجد حضرت مولانا نثار نُور اللہ مرقدہٗ اُردو، فارسی اور ہندی زبانوں کے شاعر تھے۔ ان کا ذخیرۂ کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ جس پر سلمیٰ جاوید، پروفیسر کلیم الدّین احمد صاحب کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہی ہیں۔ ان کے والد جناب غبارؔ بھٹّی ایک خوش گو شاعر ہیں جن کے سایۂ عاطفت میں سلمیٰ شاعری کے گُل بوٹے کھلا رہی ہیں جن میں رنگ بھی ہے اور نکہت بھی۔

سلمیٰ جاوید والدین کی اکلوتی بیٹی اور چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہیں۔ بچپن ہی سے والدین اور بھائیوں کا پیار بلا شرکتِ غیرے اُنہوں نے حاصل کیا ہے۔ ان کا آنچل پیار کی دولت سے مالا مال ہے اور اب سن شعور کو پہنچنے کے بعد وہ اپنی شاعری کے ذریعہ اس انمول دولت کو دنیا والوں میں بانٹ رہی ہیں۔ پیار گھر کی چہار دیواری سے نکل کر کائنات کی بسیط فضاؤں میں پھیل گیا ہے اور دھرتی کے ذرّے ذرّے پر عکس ریز ہے۔

سلمیٰ جاوید کو اپنے وطن سے پیار ہے۔ زلف کی طرح بل کھاتی ندیوں، سونا اُگلتے کھیتوں، سر اٹھائے برف پوش پہاڑوں کی مدح میں ان کی زبان نہیں تھکتی۔ اُنہوں نے آزاد ہندوستان میں جنم لیا ہے۔ آزادی کو وہ سب سے بڑی نعمت سمجھتی ہیں۔ اس لئے اس دور کو وہ چاندی کا دَور کہتی ہیں:

دیش اپنا ہے جیسے چاندی کا

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پھر سے ہمیں نظر نہ آئیں کیوں
اپنی آزادیوں کے اتنے سال
زندگی میں ہمیں نصیب ہوئے
اپنی خوش بختیوں پہ ناز کریں
ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے
ہم نے چاندی کا دَور پایا ہے

وطن جس کو قُدرت نے فطری مناظر کی دولت کے ساتھ ساتھ اس کی آغوش میں بسنے والی مختلف قوموں اور ملّتوں کے درمیان یگانگت اور بھائی چارگی کے رشتے قائم کیے ہیں :

کالے گورے کی تفریق بے کار ہے
خواہ شہری ہو کوئی کہ دہقان ہو
خواہ ہندو ہو، سِکھ ہو، مسلمان ہو
تیرے دل میں نہیں امتیاز و نشاں
اے مری مادرِ مہرباں

(مادرِ مہرباں)

قومی یکجہتی، ہماری تاریخ کا زرّیں باب پیش کرتی ہے۔ اس کی جڑیں ماضی میں پیوست ہیں۔ سیکڑوں سال قبل ساحلِ سندھ پر مسلمانوں کی آمد ہوئی۔ آنے والے نوجوانوں نے دلوں کو موہ لینے والی آوازوں میں اذانیں دیں اور فضاؤں میں مندروں کی گھنٹیاں بھی ترنّم ریز ہوئیں اور ——

دو صداؤں کا بے لوث سنگم ہوا

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اب اذاں اور ناقوس تھے مشترک
مشترک ایک تہذیب پلتی گئی

. . . .

سالہا سال کی
اپنی محنت کا ثمرہ ہے یہ
اپنے پُرکھوں کی ایک دین ہے
غم اٹھائے جنہوں نے مگر
رشتے کو اور مضبوط کرتے رہے
اِس کی کڑیوں کو مربوط کرتے رہے

(رشتہ اپنے ماضی کا)

سلمٰی جاوید کی نگاہیں بالعموم اشیاء اور مناظر کے حسین پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تاریک پہلوؤں سے چشم پوشی کرتی ہیں۔ سائنس اور تکنولوجی نے آج کے دَور میں ترقی کی جو منزلیں طے کی ہیں اس کا اُنہیں اعتراف ہے۔ لیکن اس ترقی کے باوجود انسانیت، اخوت و محبّت اور بقائے باہمی جیسی بنیادی خوبیوں پر جو قبیح اثرات پڑے ہیں ان کی نشاندہی کو بھی وہ اپنا فرض شعری سمجھتی ہیں۔ وہ شدّت کے ساتھ یہ محسوس کرتی ہیں کہ اس ترقی یافتہ دَور میں لوگوں کے خون میں سفیدی آگئی ہے۔ (سفید خون)

سائنس نے ہمیں اتنی رفعت بخشی ہے کہ آج خلاؤں پر ہماری حکمرانی ہے۔ چاند پر ہمارے قدموں کے نشانات ہیں۔ لیکن ترقی کی یہ صورت تو ظاہر بیں آنکھوں کے لئے ہے۔ 'سلمٰی جاوید' سوال کرتی ہیں کہ اِس ارتقا میں نسل آدم کے لئے خیر اور بھلائی کے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کتنے سامان ہیں ؟ سلمیٰ جاوید، یاسیت پسند نہیں ہیں۔ ان کا شعری لہجہ رجائیت سے پُر ہے۔ وہ اگرچہ ارتقا کی ظاہری صورت سے مطمئن نہیں ہیں۔ بلکہ تہوں میں اُتر کر سوچتی ہیں کہ یہ ارتقا نسل آدم کے روحانی اضطراب کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود وہ پُر امید ہیں کہ اس ارتقا کو معنوی صورت دینا بھی ان ہی کا کام ہے جنہوں نے یہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں :

تم سے امید رکھیں
اور بھروسہ بھی کریں
کہ بہر طور، بہر نوع تمہیں ہوشیاں
نسل آدم کے لئے
(نسل آدم کے لئے)

سلمیٰ جاوید گاؤں کی سادگی اور گاؤں کے رہنے والوں کے جذبۂ اخوت پر جان چھڑکتی ہیں لیکن افسوس کہ آج گاؤں اپنی اگلی خصوصیت کھو رہا ہے۔ گاؤں پر شہر دبے پاؤں حملہ آور ہو رہا ہے اور گاؤں کی معصومیت ہلاک ہو رہی ہے۔ سلمیٰ جاوید کے لئے یہ احساس بڑا ہی اندوہناک ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہیں :

آہ !
یہ گاؤں ہے
یا گاؤں کی بے گور و کفن لاش کوئی
(مردہ گاؤں کی لاش)

دستِ زلیخا محبت کا ہاتھ ہے۔ اس کی مٹھی میں ایک خطۂ ارض نہیں بلکہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پوری کائنات ہے اور یہ دونوں جہان کی حدود سے آزاد ہے۔

دستِ زلیخا کی رسائی محض دامنِ یوسفؑ تک نہیں۔ اس کی گرفت میں عصائے موسیٰؑ بھی ہے جو ظلم و غلامی کی حدود کو توڑ کر چمنستانِ آزادی کی آبیاری کا متمنّی ہے۔ گلستانِ وطن پر اپنا راج ہے لیکن بوئے گل آوارہ ہے۔ کلی افسردہ ہے۔ زندگی ہراساں ہے۔ جمہوریت کو ہمارے دُکھ کا علاج ہونا تھا، لیکن علاج کارگر کیوں نہیں ہوتا؟

(جشن جمہوریت)

کچھ ہیں جو آزادی کی دولت کے ناجائز استعمال پر مائل ہیں۔ ایسے لوگوں کو حرمتِ انسان کی بُو ناگوار محسوس ہوتی ہے۔ (کچھ بھی تو نہیں)

آزادی کی خاطر ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ہمیں آزادی خون کے عوض ملی ہے۔ اس خون کو گراں ہونا تھا۔ لیکن حصولِ آزادی کے بعد خون سستا ہو گیا ہے۔ قتل و غارت گری بڑھ گئی ہے۔ کچھ ایسی فضا ہو گئی ہے کہ پیار بانٹنے والی شیریں سخن شاعرہ کے لہجہ میں بھی تلخی آ گئی ہے اور ایک کربناک طنز کے ساتھ اس کو کہنا پڑا

آؤ مِل کر
ہوش و خرد سے بیگانو
شہ رگ کاٹ کے خنجر سے تم
سڑکوں پر چھڑکاؤ کرو
دوکانیں رنگین کرو
اور مکاں کے ہر کمرے میں
ان مٹ تصویریں کھینچو
کیونکہ اب بھی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میری رگوں میں خون بہت ہے !!

(میری رگوں میں خون بہت ہے)

دستِ زلیخا اپنے گھر میں چھپے ہوئے ظالموں اور ہوس پرستوں کے چہروں سے نقاب اٹھانے کی ایک کوشش ہے۔

سلمیٰ جاوید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود حیا و حجاب کی دیواروں میں اسیر ایک مشرقی دوشیزہ ہیں۔ وہ ہمیشہ احتیاط برتتی ہیں کہ ان کی شاعری میں کوئی ایسی بات نہ آنے پائے جس سے نسائیت مجروح ہو، یا عفت و عصمت اور پاکیزگی و طہارت پر کوئی حرف آئے۔ وہ عورتوں کی ترقی کو مستحسن سمجھتی ہیں۔ لیکن ایسے فیشن کے خلاف ہیں جس میں خود نمائی، اور عریانیت کو دخل ہو۔ اپنی نظم "بیسویں صدی کی بنت حوّا" میں وہ ایسے ہی قابلِ مذمّت فیشن کا مذاق اڑاتی ہیں۔ ایسے موقع پر ان کے سنجیدہ شعری مزاج میں طنز و مزاح کا بڑا ہی دلکش شائبہ شامل ہوجاتا ہے۔ کیا دلچسپ سراپا ہے ! ملاحظہ ہو :

"سر پہ اُونٹ کا کوہان، دوپٹّہ تقریباً عنقا، پیٹ پیٹھ عریاں، سینے کی بھرپور نمائش، ہائی ہیل جیسے قلعۂ کوہ — گفتگو میں بناوٹ، باتوں میں ملاوٹ، الفاظ انگریزی کے جملے اُردو کے۔ ٹوٹ کر ملنے کی ادا، لیکن محبّت کا نام و نشان نہیں، اخلاص، مہر و وفا عنقا۔

یہ ہے بیسویں صدی کی الٹرا موڈرن عورت کا نقشہ !"

سلمیٰ جاوید جب فطرت کے حسین مناظر کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے شعری تجربے میں ایک باوقار پختگی نظر آتی ہے اور خوبصورت پیکر اُبھرتے ہیں :

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سَر اُٹھائے پہاڑوں کے یہ سلسلے
جیسے کاغذ کے نقشے پہ پھیلے ہوئے کنکروں کے نشاں
سرسراتی ہوئی ناگنوں کی طرح
ندیاں خم بہ خم تھیں رواں
کھیت میدان، کھلیان سب
جگنوؤں کی طرح
بند مٹھّی میں تھے کلبلاتے ہوئے۔

(آتشِ تہ زدہ)

پاس کے بوڑھے چھتنارے برگد سے ٹپکیں
کئی چہچہاتی ہوئی بولیاں
پا لئے ہیں ہمکنے کی وہ دلکشی
پورا گھر جیسے کلکاریوں میں سمویا ہوا
بام و دَر پر مسرّت کی قلعی ہوئی
چیت کی چڑیاں آنگن میں گویا پھُدکنے لگیں
آؤں غاؤں کی آواز لفظوں میں ڈھلنے لگی
جُملے ہونٹوں پہ آکر بھٹکنے لگے

(سُکھ کے سینے کا دُکھ)

"آتشِ تہ زدہ"۔ "سُکھ کے سینے کا دُکھ" کے علاوہ "دستِ زلیخا" میں
کئی اور نظمیں ہیں جن میں خیالات کی ترسیل کے لئے بلیغ استعاروں اور معنی خیز

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تشبیہوں کی مدد سے خوبصورت شعری پیکر ابھارے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر "زیب گلو ہونے تک" "ستارۂ لرزاں" "دورِ سیمیں" "گذرتے موسم کی چاپ" وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

سلمیٰ جاوید کو مناسب بحروں کے انتخاب اور مصرعوں کی صوری ترتیب کا ایک خاص سلیقہ حاصل ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلیقہ انہوں نے غبارؔ بھٹی صاحب سے سیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے شعوری طور پر وہ اس کا اعتراف نہ کریں، لیکن لاشعوری طور پر غبارؔ صاحب کی اس صلاحیت سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔ وہ اپنی نظموں میں مصرعوں کی نشست و برخاست پر کافی دھیان دیتی ہیں جس سے نظمیں دیکھنے میں بھی آنکھوں کو اچھی لگتی ہیں۔ ہم اسے ہیئتی تجربہ تو نہیں کہہ سکتے۔ یہ محض ہیئتی ترتیب ہے۔ رسکن کا قول ہے کہ "عورت کی ذہانت ایجاد یا تخلیق کے لئے نہیں بلکہ لطیف تزئین اور ترتیب و تنظیم کے لئے ہے۔" سلمیٰ جاوید پر اس قول کا آخری حصّہ تو ضرور صادق آتا ہے۔

یوں تو "دستِ زلیخا" کی متعدّد نظموں میں یہ صوری حُسن نمایاں ہے۔ لیکن خاص طور پر ایک نظم کا ذکر ناگزیر ہے۔

ارادے: روک لوں
وقت کی تیز رفتار کو
ہاتھ آ جائے اپنے جو اس کا سرا
گو کہ حالات بگڑے ہوئے لگتے ہیں پھر بھی دل میں ہے اپنے یہی حوصلہ
روز پڑتا مجھے ہے اس طرح سابقا
کیوں اُٹھائے کوئی بار کو
پھینک دوں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نظم برفی یا ڈائمنڈ کی شکل میں ہے، جو پانی میں گلیشیر کی طرح رواں ہے۔ اس کا نصف حصّہ پانی کے اوپر اور نصف پانی کے اندر ہے۔ چوتھا مصرعہ سطحِ آب کی طرح ہے جو تین اوپر اور تین نیچے مصرعوں کو برابر تقسیم کرتا ہے۔ یعنی مصرعوں کی ہیئتی ترتیب یوں ہے کہ پہلے مصرعہ میں ایک رکن (فاعلن) ہے۔ دوسرے میں تین، تیسرے میں چار اور چوتھے (درمیانی) میں آٹھ ارکان ہیں۔ آخر کے تین مصرعے شروع کے تین مصرعوں کی زیرِ سطحِ آب پرچھائیں ہیں۔

سلمیٰ جاوید کسی تحریک یا رجحان سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ہر وہ موضوع جو ان کے ذوقِ شعری کو مہمیز لگاتا ہے، ان کو نظم گوئی پر اکساتا ہے۔ وہ تعلیم یافتہ ہیں۔ لیکن مشرقی تہذیب کی دلدادہ ہیں۔ ان کو نسائیت عزیز ہے اور انسانیت سے پیار ہے۔ ان کا کلام پیغامِ محبّت ہے جو بلا امتیازِ مذہب و ملّت ہر انسان کے لئے درسِ عمل ہے۔ ان کی نظموں میں دھرتی کی باس بھی ہے اور گرمیٔ آفاق بھی۔

ان کے شعری خیالات سادہ اور پاک ہیں۔ اس لئے ان کے اسلوب میں بھی پیچیدگی نہیں۔ بیان میں تازگی ہے لیکن نامانوس تراکیب سے احتراز کرتی ہیں۔

سلمیٰ جاوید کم عمری کے باوجود نظم گوئی پر قدرت رکھتی ہیں۔ دستِ زلیخا کی نظمیں ان کے تابناک مستقبل کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ظہیر صدیقی

پوسٹ بکس ۱۳۵
پٹنہ ۱

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دستِ زلیخا

یہ ہاتھ صرف محبّت کا ہاتھ ہے لوگو!
دَھرو نہ اس پہ کوئی اِتّہام اَے لوگو!
کہ تُم سمجھ نہیں سکتے ان اُنگلیوں کا جمال ——
تمام لمسِ محبّت سے آشنا یہ ہے
تمام ذوقِ نزاکت سے آشنا یہ ہے
محبّتوں کے اسی سے سراغ ملتے ہیں
اسی کی لَو سے دلوں کے چراغ جلتے ہیں
ہے نُور اس کا
فقط مصر تک نہیں محدود
یہ توڑ دیتا ہے دونوں جہاں کے بڑھ کے حدود!!

ماھنامہ کتاب لکھنؤ
آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ
ماہنامہ آواز، دہلی

••

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زندگی کا المیہ

نیند کی میٹھی میٹھی لوری
آنکھ میں امرت گاگر لے کر
روز ہی آیا کرتی تھی
آج بھی آئی
لیکن خواب سے جب چونکے ہم
ہوش نہیں کچھ تن اور من کا
ہر خواہش مدفون ہوئی ہے
لیکن من ہے لوبھ کا بھوکا
بیٹھے بیٹھے سوچ رہے ہیں
اپنا مقدر کوس رہے ہیں

آل انڈیا ریڈیو پٹنہ
ماہنامہ کتاب لکھنؤ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مادرِ مہرباں

مادرِ مہرباں!
یعنی اے ماتر بھومی مری
اِس زمیں پر ہے تو
رونقِ کہکشاں

زُلف کی طرح بَل کھائی ندیاں تری
جن میں افشاں کی مانند پانی رواں
جن سے سونا اُگلتی ہوئی کھیتیاں

مُشک بو کس قدر ہیں ہوائیں تری
نرم رَو کتنی ہیں تیری پُروائیاں

آسماں تیرا
کتنا وسیع اور حسیں
جس میں کس ناز سے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کتنے انداز سے

صبح سے شام تک رہتے ہیں ایک ساں
بھورے اور نیلے بادل کے ٹکڑے رواں
اے مری مادرِ مہرباں!

تیرے پربت رہے ہیں محافظ سدا
سر اٹھائے ہوئے ایک ہی شان سے
جگمگاتی ہیں جن پر حسیں برف کی ٹوپیاں
تیرے گلزار ہیں
جیسے گلنار سے، جیسے گلبار سے
کلیاں دہکی ہوئی، پھول مہکے ہوئے
ہر روش، جس کی رہتی ہے عنبر فشاں
جس کا ہر گوشہ ہے ایک اک گلستاں
اے مری مادرِ مہرباں!

تیری آغوش میں
کالے گورے کی تفریق بیکار ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خواہ شہری ہو کوئی کہ دہقان ہو
خواہ ہندو، سِکھ ہو، مسلمان ہو
تیرے دل میں نہیں امتیاز و نشاں
اَے مری مادرِ مہرباں !

رُوح پَرور نظارے ترے
دل میں کھُب جاتے ہیں
دل میں دَر آتے ہیں
پیش کرتے ہیں ہر وقت ایسا سماں
اَے مری مادرِ مہرباں !

ذَرّے ذَرّے میں ہیں
تیرے قلب و جگر
چپّے چپّے میں ہے تیرا حسنِ نظر
آنچ آنے نہ پائے کسی جہت سے
موجِ خوں خواہ ہو اَپنے سر سے رواں
اَے مری مادرِ مہرباں !

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اے عزیز مادرِ مہرباں !
ہم محافظ رہیں گے سدا
تیری تقدیس کے
تیری ناموس کے
سَر کی بازی لگائے ہوئے
کج کلہ سورما ، تیرے بیٹے جواں
تیری دوشیزہ ، نازک ادا بیٹیاں
جن کے دَم سے ہے دھرتی بھی رشکِ جناں
مادرِ مہرباں
ارضِ ہندوستاں ——————— !

آل انڈیا ریڈیو ایکسٹرنل سروس
ماہنامہ زیور

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سُکھ کے سپنے کا دُکھ

اس کی تخلیق پر
چاند تاروں میں خوشیاں منائی گئیں
اور نکھرتی شفق کی حسین سُرخیاں
کتنے چہروں پہ شادابیاں مَل گئیں

پاس کے بوڑھے چھتنارے برگد سے ٹپکیں
کئی چہچہاتی ہوئی بولیاں

پالنے میں ہمکنے کی وہ دلکشی
پورا گھر جیسے کلکاریوں سے سمویا ہوا
بام و در پر مسرّت کی قلعی ہوئی

چَھت کی چڑیاں آنگن میں گویا پھُدکنے لگیں
آؤں ، غاؤں کی آواز لفظوں میں ڈھلنے لگی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بُلبلے ہونٹوں پہ آکر بھٹکنے لگے

پھُول جیسے دہن سے برسنے لگے
گھر کے ماحول میں پیار پلنے لگا
ایک چشمہ سا جیسے اُبلنے لگا
ساری دُھندلاہٹیں اک دُھواں بن گئیں
روشنی شش جہت سے بکھرنے لگی
قوّتِ نامیہ کام پر لگ گئی

ذہن پر
عقل پر
جسم پر
اِک تموّج کے آثار پیدا ہوئے
نقش کے، رنگ کے کتنے اطوار پیدا ہوئے

گُل نے رُخسار کا مرتبہ لے لیا
اور کلیوں کو منصب دہن کا ملا
بَن کے نرگس بھی بیمار سی آگئی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بڑھ کے سنبُل کی گیرائیاں بھی چلیں
خود بخود جیسے ہونے لگا انقلابِ حسیں

اِک تموّج سے زیر و زبر ہے جہاں
پَل رہی ہیں خدا جانے کتنی ہی انگڑائیاں
مَرمَریں، صندلیں کوئی پیکر نہیں
اور ہیولیٰ نہیں
نقش کوئی نہیں
صرف جذبات ہیں چند جُملوں میں ڈھالے ہوئے
کوئی جانے گا کیا ؟
کوئی پرکھے گا کیا ؟
ایک عالَم کے اس سُکھ کے سینے کا دُکھ ——— !

●●

آل انڈیا ریڈیو پٹنہ
ماہنامہ آفاق لندن
ماہنامہ کتاب لکھنؤ
ماہنامہ زیور پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اَے عظیم آباد —— !

تیری مٹّی میں سدا سے ہے محبّت کی نمی ۔
ہیں فضا میں گونجتی، اخلاص کی شہنائیاں
پیار کی ہمراہ چلتی رہتی ہیں پرچھائیاں
مَیں کبھی محسوس کر پاتی نہیں کوئی کمی
اَے عظیم آباد، اَے شہرِ عظیم آباد —— ہاں !

سرزمیں یہ وقف ہے ہر اک سے اُلفت کے لئے
پھُول برساتے ہیں، ہر شے پر، محبّت کی مہک
آنکھ میں کھُب جاتی ہے سرسبز، سبزے کی لہک
اور ہَوا چلتی ہے پاکیزہ محبّت کے لئے
اَے عظیم آباد، اَے شہرِ عظیم آباد —— ہاں !

سب گھروں میں جلتے ہیں کتنے محبّت کے چراغ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہر زباں کس طرح ، عنبر بیز و گوہر بار ہے
ہر سہیلی پیار اور اُلفت سے یوں سرشار ہے
ہر طرف شادابیوں کے لہلہاتے سے ہیں باغ
اَے عظیم آباد ، اَے شہرِ عظیم آباد ـــــ ہاں !

کیا خلوص و مہربانی کی تری تہذیب ہے
پیارے پیارے بول سب کے ، پیاری پیاری ہے زباں
کس قدر آپس میں ہیں اک دوسرے پر مہرباں
کتنی اعلیٰ ، کتنی ارفع ، تیری ہر ترتیب ہے
اَے عظیم آباد ، اَے شہرِ عظیم آباد ـــــ ہاں !

بھول جائے تجھ کو یوں سلمیٰ کی یہ عادت نہیں
تُو نے اس پر مہربانی کے لٹائے ہیں گہر
تُو نے ہی اس کو عطا کی ہے زبانِ پُر اثر
چھوڑ کر تجھ کو اسے جیسے کہیں فرحت نہیں
اَے عظیم آباد ، اَے شہرِ عظیم آباد ـــــ ہاں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سفید خون !

آج کے دَور میں
سائنس اور تکنولوجی کے اس دَور میں
جب کہ دُنیا سمٹ کر
نگینہ انگوٹھی کا ہے بن چکی
ربط باہم کا دعویٰ ہے ہر فرد کو
مُردہ قوموں میں بھی زیست کی اب ہیں انگڑائیاں
مختلف نسلیں شیر و شکر آج ہیں
آج کے دَور میں
ٹک نکل دَور میں
ایک ہی خون کے
ایک ہی خاک اور باد کے
ایک ہی ارض پر بسنے والے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اعزّہ ، اقارب
بہن بھائی

ماں باپ
اپنے بیگانے ، پڑوسی سبھی
آہ ــــــ !
کیسے کہوں اور کس سے کہوں
خون میں ان کے اتنی سفیدی دَر آئی ہے کیوں ؟

••

ماہنامہ "گُل کدہ" ، بدایوں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جشنِ جمہوریت

جشنِ جمہوریت کے چہرے پر
چاند تاروں کی روشنی سی ہے
مشکبو زلف کے لہریئے ہیں
کیسی افشاں چُنتی ہوئی سی ہے
آنکھ میں نور کے ہیں ہلکورے
جس سے نظروں میں جِھلملی سی ہے
لبِ لعلیں کا کیف مت پوچھو
برق رہ رہ کے کوندتی سی ہے
بِندی ماتھے کی سرخ و تابندہ
تہ آ جس میں زندگی سی ہے
ناک کی کیسل ہے ضیا افروز
رقص کرتی ہوئی خوشی سی ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیرے رخسارِ زندگی پرور
جس سے سرخی جھلک رہی سی ہے
گنگناتی ہوئی تری آواز
جس سے کانوں میں نغمگی سی ہے

"جشنِ جمہوریت" بتا مجھکو!
پھر یہ ہر سمت تیرگی کیوں ہے؟
زندگی ہے ہر اک فسردہ کیوں
شمع یہ، اب بجھی بجھی کیوں ہے؟
بوئے گُل کِس لئے ہے آوارہ!
اور پریشاں کلی کلی کیوں ہے؟
کیوں ہے ہر ایک آدمی بے چین!
آج ہر دل میں بے کلی کیوں ہے؟
زیست کیوں ہے بنی وبالِ دوش!
سرگراں آج زندگی کیوں ہے؟
ہر نفس کیوں ہے آج آہ بہ لب!
پپڑی ہونٹوں پہ یہ جمی کیوں ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چھائی دل پر ہے یہ اُداسی کیوں!
آج نظروں میں خیرگی کیوں ہے؟
سارے چہروں کی آج یہ رنگت!
آخر اتنی اُڑی اُڑی کیوں ہے؟

تیرا دامن بھی اب نہیں ہے دراز
آج یہ تیری بے رُخی کیوں ہے؟
کیوں نہیں مِل رہا ہے اِس کا سِرا
ڈور آخر اُلجھ گئی کیوں ہے؟

●●

روزنامہ ساتھی، پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مُردہ گاؤں کی لاش

اب کہاں اس میں کوئی مہر و مروّت کے نشاں
جو کہ صدیوں سے مسلسل ہی چلے آتے تھے
جن پہ تہذیب کو تھا ناز
تمدّن کو تھا فخر
قرن ہا قرن سے سرچشمہ محبّت کا جو تھے
جس کے ہر پھول سے تھی بُوئے لطافت لپٹی
جس کے ہر غنچۂ میں شوخیٔ نزاکت سمٹی
جس کا ہر ذرّہ تھا
آنکھوں کے لئے کُحل جَواہر جیسا
اور سُناتی تھی ہوا
چاروں طرف
پیار کی اک شہنائی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

روز ہی عید تھی
اور تھی شب برأت ہر شب
ٹمٹماتے تھے دِیئے لُطف کے جھونپڑیوں میں

اُف ! وہی گاؤں ہے یہ !!
ہر طرف پھیل گئی پکّے مکانوں کی قطار
قُمقُمے بجلی کے
دِن کرتے ہیں — راتوں کو اَب
اِس چکا چوندھ میں لیکن ہے یہ کیسا اندھیر !
ہر طرف خود غرضی کا ہے اُجالا پھیلا
غیر تو غیر ہیں
اپنے بھی ہیں، بیگانے سے
نہ محبّت کا نشاں ہے
نہ مروّت کی زباں
پیار کا لفظ سراسر ہوا عنقا جیسے
پھُول میں جیسے نہیں بُوئے لطافت کچھ بھی
اور ہوا ،

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھرتی ہے ہر کان میں عصبیت سبھی
ہو گئے شامّہ
لبریز عفونت کیسے ؟

آہ !
یہ گاؤں ہے .
یا گاؤں کی بے گور و کفن لاش کوئی !!

●●

ماہنامہ بیسکو حیدرآباد
" زیور پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اِک چراغ اور بُجھا . . .

آندھیاں آئیں بُجھا گاندھی کے جیون کا دِیا
بادِ تُند آئی تو فانوس جواہر بھڑ کا
آج صَرصَر بھی اُڑا لے گئی ذاکر کی ضیا
اِک چراغ اور بُجھا ، اور بُجھا ، اور بُجھا

مُلک میں چھائی ہے کیوں آج اُداسی اتنی
بڑھتی جاتی ہے ہر اِک سمت سیاہی کتنی
آج یک بارگی کیوں اتنا اندھیرا پھیلا
اِک چراغ اور بُجھا ، اور بُجھا ، اور بُجھا

غم میں ڈوبی ہوئی ہے مُلک کی جنتا ساری
دن بھی کٹتا نہیں اور رات ہوئی ہے بھاری
لوگو! تبلاؤ کہ دنیا سے ہے کون آج اُٹھا!

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اِک چراغ اور بُجھا، اور بُجھا، اور بُجھا

غم زدہ سے نظر آتے ہیں ہر اک چھوٹے بڑے
ہونٹ اگر خشک ہیں تو حلق میں کانٹے ہیں پڑے
کوئی بتلاؤ کہ غم کس کا ہے اس درجہ بڑھا
اِک چراغ اور بُجھا، اور بُجھا، اور بُجھا

سامنے رکھّی نظر آتی ہے میّت کس کی
سر سے ہے پیر تلک خوب ہی پھولوں سے ڈھکی
کس لئے اس کو سنوارا گیا اے موت بتا!
اِک چراغ اور بُجھا، اور بُجھا، اور بُجھا

آج کیوں راج بھون پر ہے سیاہی پھیلی
اور علی گڑھ میں ہے کیوں اتنی اُداسی پھیلی
جامعہ کیوں بنی اندوہ و الم کا نقشا
اِک چراغ اور بُجھا، اور بُجھا، اور بُجھا

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

غم سوا راس کماری سے ہمالہ تک ہے
ذرّۂ خاک سے مہتاب کے ہالہ تک ہے
غم میں ڈوبا ہوا ہے مُلک کا کونا کونا
اِک چراغ اور بُجھا ، اور بُجھا ، اور بُجھا

راستی ، امن کے مینار تھے ذاکر صاحب
سیکولرزم کے بھی معیار تھے ذاکر صاحب
آہ دنیا سے گئے آج وہی پیشِ خُدا
اِک چراغ اور بُجھا ، اور بُجھا ، اور بُجھا

وہ محبّت کے پُجاری وہ شرافت کے نقیب
جن کے دَم سے بخدا چمکے ہیں بھارت کے نصیب
علم سے جن کے منوّر ہوا گوشا گوشا
اِک چراغ اور بُجھا ، اور بُجھا ، اور بُجھا

●●

(صدرِ جمہوریہ ہند، ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کی وفات سے متاثر ہو کر)

ماہنامہ پیامِ تعلیم
ذاکر نمبر میں شائع ہوئی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زیبِ گلو ہونے تک

آج شہنائی بجی
ایک دروازے پہ سنّاٹے کا پہرا آیا
سسکیاں کرب کے ماحول میں اُبھریں سمٹیں
درو دیوار پہ ویرانی کے سائے پھیلے
پہ چمنستاں پہ ہوا
شہرِ خموشاں کا گماں

ایک وہ دن بھی تھا
جب خوشیوں کی پھلواری میں
ایک نورس سی کلی شاخ پہ مُسکائی تھی
رفتہ رفتہ
وہ مہکتا ہوا اِک پھول بنی
سحر و شام کی مستانہ ہوا نے اس کی
کس محبّت سے لیا نشو و نُما میں حصّہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

صبح کو شبنمی قطروں نے رخِ انور کو
کتنی نزہت سے دُھلایا ہر روز
اور سورج کی حسین کرنوں نے
پچھماتی ہوئی البیلی دمک پہونچائی
نرم رفتار ہوا تازگی لے کر آئی
جس سے ہر انگ میں
خوابیدہ مسرّت جاگی
لہلہائی دلِ معصوم کی ہر انگڑائی

نوجواں پھول کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے آج
توڑ کر
صحنِ گلشن سے جُدا کرتے ہیں
اور دیئے دیتے ہیں انجانے سے دو ہاتھوں میں

ہمسفر اجنبی
انجانی جگہ کا ہے سفر
کیسا باغیچہ ہے وہ؟

اس کی زمین کیسی ہے ؟
آسماں اس کا ہے کس طور کوئی کیا جانے
چھاؤں تاروں کی گھنی ہے کہ نہیں ؟
کیسا موسم ہے وہاں
کیسی ہے گرمی سردی
کوئی بتلائے نسیمِ سحری کیسی ہے ؟
اور شبنم کا مآل ؟
پتّیوں ، پھولوں میں کیسا ہے ملاپ
کانٹے چُبھتے تو نہیں
ہاتھ میں لگ جانے سے
تتلیاں خوئے محبّت سے شناسا بھی ہیں

باغ کے جملہ طیور
خوش بیاں ہیں کہ نہیں ؟
کرمِ شب تاب کیا کرتے ہیں
قندیل بھی روشن کوئی ؟
ماہتاب نکلتا بھی ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چاندنی لے کے رُخِ زیبا کی
چند لمحات کی ان وَہم بھری خوشیوں میں
پھول مُسکایا
کِھلا
زیبِ گلُوبن کے رہا
اور شہنائی کی لَے تیز ہوئی
تیز ہوئی
تیز ہوئی !!!

••

آل انڈیا ریڈیو ایکسٹرنل سروس نئی دہلی
ماہنامہ 'آجکل' دہلی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لُغت کے بے معنی الفاظ

مَحبّت ، مروّت ، خُلوص اور اُلفت
سَخاوت ، کرَم ، بَخشِش و مہربانی
وَفا ، پیار ، رَحم اور اِیثار و شفقت
فَرائض ، تعاون اور ایماں کے جذبے
جو زینت لُغت کے ابھی تک بنے ہیں
وجود ان کا لیکن عمل میں
کہاں ہے ؟
سحر کے بھی پُرکیف لمحوں میں ڈھونڈھا
چمکتی ہوئی دوپہر میں بھی پرکھا
وہ سردی کی ٹھٹھری ہوئی رات میں بھی
گرجتی ، برستی سی برسات میں بھی
مگر لُوئے مفہوم ان میں نہیں تھی
بہت روز سے سوچتی ہوں
کہ ان سارے مصنوعی لفظوں کو اب میں
لُغت سے کھُرچ دوں !

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈھونگ

آپ سے ہے مجھ کو ہمدردی بہت
اور میں ہوں آپ کے غم میں شریک
ایسا غم جو آپ پر آکر پڑا
آپ نے کیسے اُٹھایا ہے اسے
واقعی میں نے تو جس دم یہ سُنا
آنکھ سے بے اختیار آنسو چلے
دل میں رہ رہ کر کُڑھن ہوتی رہی
رات بھر اک لمحہ نیند آئی نہیں
کتنی بےچینی میں کی میں نے سحر
صبح دم ہی آپ کے گھر آگئی
کاش کہ یہ غم بٹا سکتا کوئی

آہ وہ مرحوم تھا کتنا شریف

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کس قدر ہمدرد تھا ہر ایک کا
اور تھا ہر ایک کا وہ خیر خواہ
ایسے اچھّے آدمی کو اے خُدا!
اِتنی جلدی موت آجاتی ہے کیوں؟

اے پڑوسن! تُم نے بھی تو کچھ سُنا
ہائے! گُم صم سی ہو کیوں بیٹھی ہوئی ـــــــ
موت جس کی آئے گی، لے جائے گی
اور ــ اس کا نام کیا لیتی ہو تُم
بے مروّت کِتنا وہ اِنسان تھا
آدمی کی اُس میں کب بُو باس تھی
اِتنا جھگڑالو، لڑاکو کوئی بستی میں بھی تھا!

شُکریہ ربّ کا کرو اپنے اَدا
پاپ تو بستی کا آج اپنی کٹا ـــــــ!

••

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کوئی شکوہ نہیں

وہی صنّاع ہر شئے ڈھالتا ہے اپنی قدرت سے
ہر اک شئے اس کی مٹھّی میں زمین و آسماں کی ہے
بنا دے جیسا چاہے وہ مقدّر اپنی مرضی سے
کہ اس کے ضمن میں بھی کوئی رازِ خاص مُضمر ہے
کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت ہو نہیں سکتی

کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت ہو نہیں سکتی
وہی رزّاق اپنے فیض سے ہے پالتا سب کو
کسی کو شیر دیتا ہے، کسی کو صرف آتش جو
کوئی گُم خواب میں ہے گر، تو کوئی چیتھڑوں میں ہے
کوئی محلوں میں محوِ خواب، کوئی جھونپڑے میں ہے
انہیں نیرنگیوں سے امتزاجِ رنگِ دُنیا ہے

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میری رگوں میں خون بہتا ہے

کل تک ہم نے اپنے چمن میں
مٹّی کھودی
پَودے بوئے
پھول اُگائے
مہکا دی ہر کیاری کیاری
چمکا دی ہر ایک رَوِش
اپنے خُون کی دھاروں سے

طوق پہن کر
دار پہ چڑھ کر
ہتھ کڑیاں ہاتھوں میں سجا کر
بیڑی کی جھنکاروں میں
ہر ایک مُہم جیتی ہے ہم نے
اپنی رگوں کا خون بہا کر

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اَب بھی رگوں میں خون بہت ہے
آؤ مِل کر
ہوش و خرد سے بیگانو !
شہ رگ کاٹ کے خنجر سے تُم
سڑکوں پر چھڑکاؤ کرو
دُوکانیں رنگین کرو
اور مکاں کے ہر کمرے میں
اَن مِٹ تصویریں بھی کھینچو
کیونکہ اب بھی
میری رگوں میں
خُون بہت ہے !!

●●

ماہنامہ بنتِ حوّا، بمبئی
ماہنامہ 'زیور'، پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شب پری

زمین گول اگر ہے تو گول کیوں ہے یہ
میں سوچتی ہوں اسے
مُستطیل ہونا تھا!

زمین، چاند سے کیوں اِس قدر ہے دُوری پر
اِسے قریب، بہت ہی قریب ہونا تھا

یہ چاند، رات کو کیوں نرم روشنی کی کرن
بکھیرتا ہے زمیں کے سیاہ چہرے پر
اسے تو گرم شعاعیں ہی لے کے آنا تھا

سلاخِ گرم کی مانند شعلہ رُو سُورج
زمیں پہ آگ کی چادر بچھا کے چلتا ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اسے تو چاند کے پیکر میں ڈھل کے آنا تھا

بنا ہے آدمی رحم و کرم کا پُتلا کیوں
ہے اِس صفت سے اِسے متّصف کیا کِس نے
درندگی ہی سے
گر انتساب ہوا اِس کا
کہاں سے آئے گا الزام کوئی قطرت پر!

انھیں خیالوں میں رہتی ہے مُبتلا اکثر
یہ میری عقل کی بے چارگی
کہ شب پر کی ——— !!

ماہنامہ آھنگ گیا ●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں

انگڑائیاں دھوپ لے رہی ہے
ناگن کی طرح لہک لہک کر
ہر سُو ہیں شعاعیں تھرتھراتی
لُو اپنا رُباب ہے بجاتی
چنگاریاں ہیں فضا میں لرزاں
بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں

باقی کوئی رنگ و رس نہیں ہے
چنگاریوں میں بدل گئی ہیں
اب رُوح نکل گئی ہے بُو کی
مخفی تھیں جو قوتیں نمو کی
پتّی پتّی ہے شعلہ افشاں
بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں

گرمی کا فضا میں ہے تلاطم
ہر سُو ہے فضا میں تھرتھراہٹ
کرنیں سُوئیاں چبھو رہی ہیں
مغموم فضائیں ہو رہی ہیں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نظّارے کا چاک ہے گریباں
بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں
کاش اِن کو کوئی گلے لگا لے
فطرت سے کہو اِنھیں جلا لے

جُھلسی ہوئی خاک سے اُٹھا کر
پامال ہے اِن کی زندگانی
ہے اُس کے لئے یہ بات آساں
بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں
یہ لُو، یہ لپٹ، یہ ننّھی کلیاں
ہونٹوں پہ ہے اِک خفیف لرزش

حسرت سے نگاہ جل رہی ہے
معصوموں کی جاں نکل رہی ہے
سلمیٰ کی نظر ہے غم سے گریاں
بیلے کی پڑی ہیں خشک کلیاں

آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ
ماہنامہ زیور، ″

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آؤ — اِک فیصلۂ وقت کریں

خاکۂ زیست میں
باقی نہیں خُوں کی بُوندیں
سالِ ماضی کے کلینڈر کی طرح
پچھلی دیوار پہ آویزاں ہے

ایک ٹُوٹے ہوئے تارے کی مثال
دُور آکاش پہ لہرا کے بجُھا
راکھ کی چنگاری سی
کوئی شعلہ ہے، نہ گرمی باقی

چند بوسیدہ کتابوں کی تہیں
کھنگی جن کا مُقدّر ہے بنیں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

وقت کی خاک ہے جن پر کہ جمی
کلبلاتے ہوئے جھینگر کا اماں
ایک گرتی سی حویلی کا سماں
خس و خاشاک کا انبوہِ گراں
چھتیں لٹکی ہوئی
دیواریں ہیں لرزاں لرزاں

پھونک دو حال کے مے خانوں کو
جامِ ماضی کے شرارے لے کر
آؤ ——— اِک فیصلۂ وقت کریں
اپنی قربانی و ایثار کے جذبے کے طفیل

خون کی چھینٹوں سے اِک تازہ سحر پیدا کریں
فلکِ نو پہ، نئے شمس و قمر پیدا کریں

ماہنامہ زیور، پٹنہ
آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیسویں صدی کی بنتِ حوّا

سر پہ تو ایک سر ہے نیا سا اُگا
اب کہاں ذکر اس میں کسی مانگ کا
کہکشاں جس سے پاتی تھی یکسر چمک!

ڈھائی گز کے دوپٹے کی تو دھجیاں
ایک ان میں سے گردن میں لپٹی ہوئی
جس سے آنے لگی ہے حیا کو جھجک!

سینے کی تو طرح سے نمائش ہوئی
پیٹ عریاں تو ہے پیٹھ بھی ادھ کھلی
یہ نمائش کی ہے ایک ادنیٰ جھلک!

چپلوں کی بناوٹ میں بھی حسن ہے
قلّۂ کوہ، اِس طرح سے زیرِ پا
اور دھرتی کے سینے پہ جس کی کھٹک!

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جملے اُردو کے اور لفظ انگلش کے ہیں
پھر و اخلاص کا جن میں جوھر نہیں
اور نہ ہے پیار و اُلفت کی کوئی کھنک!

ماہنامہ بنتِ حوّا بمبئی
ماہنامہ حجاب رامپور

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترائیلے

زیست کی خوشیوں سے اب مسرور ہونا ہے تمھیں
ایک لعنت بھیج دو، مجبوریوں کے نام پر

کیوں کہ اپنے بخت پر مغرور ہونا ہے تمھیں
زیست کی خوشیوں سے اب مسرور ہونا ہے تمھیں
بے کسی، بے چارگی سے دُور ہونا ہے تمھیں
زندگی خود ہی کہے لبیک ہر اک گام پر

زیست کی خوشیوں سے اب مسرور ہونا ہے تمھیں
ایک لعنت بھیج دو، مجبوریوں کے نام پر

آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ممی ارمانوں کی

کتنی ناشاد اُمنگوں کو ملی رعنائی
کتنے ٹوٹے ہوئے دِل جس سے تھے مربُوط ہوئے

جبکہ فولاد کی زنجیریں بنا کرتی تھیں
آہنی طوق و سلاسِل بھی سنور جاتے تھے
کتنی ہی رہتی تھیں خونخوار صلیبیں لٹکی
اور بند وقوں سے ہر وقت دُھواں اٹھتا تھا
زندگی رہتی تھی ہر وقت حِصاروں کے بیچ
ہاں، مگر شُعلہ فگن
دل میں جو آگ ہوئی
جل اُٹھے کتنے ہی ایوانِ حکومت جس سے
ہل گئیں ظُلم کی اور جبر کی سب بُنیادیں
اپنے ویرانے میں بھی فصلِ بہار آ ہی گئی
شاخِ گُل جھوم اُٹھی۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبزہ بھی لہرانے لگا
رقص کرنے لگے ہر سمت طیورِ خوش رنگ
کلیاں کھلنے لگیں
پھولوں کی مہک پھیل گئی
موتی شبنم کے برسنے لگے ہر اک جانب

دفعتاً رنگ گلستاں کا عجب حال ہوا
غنچے کمھلا گئے، ہر پھول بھی پامال ہوا
موسمِ گل میں ہی صرصر کا نصیبہ جاگا
غیر تو غیر تھے
اپنے جو تھے
بیگانے ہوئے

کتنے ارمانوں سے لبریز تھے دل، ٹوٹ گئے
ہاتھ سے رشتے جو امید کے تھے چھوٹ گئے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بوسۂ پدرانہ

ثبت ماتھے پہ مرے بوسۂ پدرانہ ہے
اس کی مہک
عمقِ قلب تک اب بھی مرے رخشندہ ہے
اس درخشانیٔ پیہم کے طفیل
تیری شفقت کی نشانی دِل میں
رُوح کی طرح رواں ہے اب بھی
اور تا زیست
مرے خوں میں
اسی طرح رہے گی جاری

تیری بیٹی! تری سلمیٰ کا تعلق بخدا
رُوحِ اقدس سے تری آج بھی ہم رشتہ ہے

●●

(مرحوم بابا سید شاہ شریف حسین تبسم صابری سجادہ نشیں درگاہ صابری دہلی
کے وصال (بارضِ مقدس، مدینہ طیبہ پر)

"گوشۂ تبسم"
ماہنامہ "زیور" پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نسلِ آدم کے لئے

پھینک دی تُم نے ہے گو چاند، ستاروں پہ کمند
آج ہر شعبے میں کی تُم نے ترقّی اِتنی
اور پھیلاتی ہے ہر سمت تجلّی اِتنی
عقل کے دوڑتے پھرتے نظر آتے ہیں سمند
تیز رفتاری پہ اب بادِ صبا کا ہے گماں
پھر بھی شبہات ہیں کچھ
دِل میں خیالات ہیں کچھ
اِس نئے کام میں ہے کتنی محبّت پنہاں
نسلِ آدم کے لئے

مانا کر لی ہے خلاؤں میں حکومت قائم
کامیابی پہ ہوئے جاتے ہو اتنے مسرور
سر پہ رکھے ہوئے پھرتے ہو جو یوں تاجِ غرور
چاہتے ہو رہے دنیا میں مشیخت قائم

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

احتیاج اس میں ابھی تک ہے بحدِّ امکاں
دِل پہ ہوتا ہے اثر
جاتی اس پر ہے نظر
خیر کے اس میں نظر آتے ہیں کتنے ساماں؟
نسلِ آدم کے لئے

بھوک سے لوگ ہیں اب موت کے دروازے پر
بطنِ گیتی سے کوئی چیز نہیں اُگتی ہے
جَل کے اب راکھ ہوئی گویا کہ ہر اک ہی شے
سامنے اپنے جہاں تک ابھی جاتی ہے نظر
آدمیّت سے ہے ہر آدمی پیہم نالاں
مَوت سستی ہے بہت
زیست مہنگی ہے بہت
پیٹ کی آگ ہوئی جاتی ہے اب شعلہ فشاں
نسلِ آدم کے لئے

ہر طرف مَوت ہے اور بھُوک ہے بیماری ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لے کے تُم آئے ہو اِس وقت غذائیں کتنی
اور بنائی ہیں مؤثر سی دوائیں کتنی

آگ ہے، خون ہے، بڑھتی ہوئی نادا‌ری ہے
ایک ہی حال ہے، شہری ہو کہ کوئی دہقاں
تُم سے امید رکھیں
اور بھروسہ بھی کریں
کہ بہر طور، بہر نوع، تمھیں ہوشیاں
نسلِ آدم کے لئے

●●

سہ ماہی 'جسم و ذہن' پٹنہ
آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عروج و زوال

لئے نکھار، چمن میں بہار یوں آئی
کلی کے چہرے پہ معصومیت، تو گل پہ شباب
تمام اوس، گلابوں پہ بن چکی ہے شراب
فضا میں تیر گئی جیسے ایک رعنائی

کہاں سے آ کے خزاں کا یہ قافلہ اُترا
سمیٹ لے گیا گُل کا نکھار اپنے ساتھ
چمن میں پھیل گیا آج کس کا خونیں ہاتھ
کہ رنگ و روپ کو، رعنائیوں کو لے کے اڑا

کوئی کلی ہے نہ اب کوئی پھول باقی ہے
چمن میں دھول اڑاتے ہیں ہر طرف عفریت
یہی عروج کا عالم، یہی زوال کی ریت
کہیں شراب، نہ پیمانہ اور نہ ساقی ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ارادے

روک لوں
وقت کی تیز رفتار کو
ہاتھ آجائے اپنے جو اس کا سرا
گو کہ حالات بگڑے ہوئے کتنے ہیں پھر بھی دِل میں ہے اپنے ہی حوصلہ
روز پڑنا جو ہے اس طرح سابقا
کیوں اُٹھائے کوئی بار کو
پھینک دوں

●

آنے دے

یوں بھی ہے روز آنا اِسے
رات کتنی سیہ اور کالی سہی
چاند رُو پوش ہو خواہ مدہوش ہو اور ستاروں کی بھی پائمالی سہی
دِن کی اک اک رَمق سے بھی خالی سہی
پھر بھی اے دِل ہے جانا اسے
جانے دے

●

مُستقِل

عزم دِل میں جو قائم رہے
بات دن کی نہ ہے اور نہ ہے رات کی
ملک کی کوئی تخصیص اس میں نہیں اور نہ ہے قوم یا منفرد ذات کی
بات ہے آنے والی مہمّات کی
خود بخود رابطے ہو گئے
آب و گِل

ماہنامہ 'عارض'، دلی
آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ
●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ستارۂ لرزاں

ابھی تو یوں مری پلکوں پہ جھلملاتا ہے
بکھر نہ جائے کہیں ٹوٹ کر یہ دامن میں
یہی خیال مجھے بار بار آتا ہے

بڑا سکون، بڑی عافیت ہے پلکوں کو
حیات ان میں سمٹ آئی ہے زمانے کی
خدا رکھے مرے اِن دُرِّ آب داروں کو

مژہ پہ ہے مری شبنم بھی اور شرارہ بھی
غموں کی بزم کا ہے اک حسین گلدستہ
اُفق کے پار چمکتا ہوا ستارہ بھی

ستم ستم مری پلکوں پہ وہ بھی رہ نہ سکا
بُرا ہو تیرا، ارے سیلِ گریۂ بیتاب
کہ اک ستارۂ لرزاں فضا میں ڈوب گیا

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سرودِ نَو

اپنے دامن میں گُل ہائے تازہ بھرے، اپنے چہرے پہ نُورِ مسرّت لئے
سر سے پا تک ہے مسرور اور شادماں
ساتھ میں اس کے نکھری ہوئی کہکشاں
سال نَو آیا ہے پھر جہاں کی طرف، دِل میں پوشیدہ جذبِ محبّت لئے

ایک اک لمحہ اس کا سُرور آفریں، کِتنا سرشار ہے، کِتنا گُل بار ہے
ساعتیں کِس قدر اس کی ہیں دِل نشیں
اِس کی اک اک گھڑی مشک بیز، عنبریں
جھوم کر وَجد میں خود سے کہتا ہے دِل، کیف پرور ہے اور فیض آثار ہے

اِس کا ایک ایک دِن اِس جہاں کے لئے، کیوں نہ اَمن و اَماں کا پیمبر بنے
چرخ پر اس کا خورشید تاباں رہے
ماہِ نَو اس کا یکسر دُرخشاں رہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کی ایک ایک شب عالمِ کیف ہیں، کیوں نہ سب کے لئے فالِ خوش تر بنے

اے بہن! تیرے گھر آئے یہ سالِ نو، زندگانی لئے، کامرانی لئے
تیرا آنگن ہو گُل کاریوں کا چمن
ہوں تر و تازہ نسرین و سرو و سمن
گھر کا ہر فرد مسرور آئے نظر، قلب میں نغمۂ شادمانی لئے

●●

ماہنامہ "زیور" پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دَورِ سیمیں

ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے
بادلوں کی برستی بُوندوں میں
موتیوں کا گماں سا ہوتا ہے
جب چمکتی ہے چرخ پر بجلی
دھار چاندی کی پھُوٹ پڑتی ہے
گھن گرج بادلوں کی کہتی ہے
ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے

چہرے دہقاں کے مُسکراتے ہیں
دیکھ کر سُرمگیں گھٹاؤں کو
کھیت میں بالیاں ہیں گندم کی
جاتی ہے جس طرف نظر مُڑ کر
ایسا محسوس مُجھ کو ہوتا ہے
جیسے فطرت نے اپنے ہاتھوں سے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چاندی کھیتوں میں لا بکھیری ہو
ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے

گیت مَلّاح کے سُہانے ہیں
کشتی دریا میں بہتی جاتی ہے
پانی پگھلا ہوا ہے چاندی کا
لہریں روپہلی چال چلتی ہیں
چپّو سرگوشیاں سے کرتے ہیں
ہیں کنارے پہ ریت کے ذرّے
یا کہ ریزے ہوں سب یہ چاندی کے
ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے

جب پہاڑوں پہ نظریں جاتی ہیں
چوٹیاں ان کی سر اُٹھائے ہوئے
کن اداؤں سے مُسکراتی ہیں
ایک کوندا لپک سا جاتا ہے
جیسے چاندی کا آئینہ کوئی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہُم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے
ہَم نے چاندی کا دور پایا ہے

دیس اپنا ہے جیسے چاندی کا
چہرے سیمیں نظر نہ آئیں کیوں؟
اپنی آزادیوں کے اِتنے سَال
زندگی میں ہمیں نصیب ہوئے
اپنی خُوش بختیوں پہ ناز کریں

ہم نے چاندی کا دَور دیکھا ہے
ہم نے چاندی کا دَور پایا ہے

ماہنامہ زیور، پٹنہ
آل انڈیا ریڈیو، دہلی

••

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شریکِ حیات سے!

یہ زندگی کی نمائش تری نمود سے ہے
کہ سازِ زیست میں لرزش ترے وجود سے ہے
یہ دو جہاں میں ہے جو کچھ ترے شہود سے ہے
مرے شریکِ حیات

ازل سے نورِ محبّت ہے کہکشاں بردوش
اسی کی جہت سے قائم ہے زندگی کا خروش
اسی سے دورِ طرب اور اسی سے نائے ونوش
مرے شریکِ حیات

محبّتوں سے ہے قائم نشانِ یک جہتی
اسی میں شان اسی میں ہے آن یک جہتی
اسی سے جسم اسی سے ہے جان یک جہتی
مرے شریکِ حیات

اسی سے دین بھی، دنیا بھی ہے، حیات یہی
نچوڑ یہ ہے کہ ہے ساری کائنات یہی
جو اس میں بال ہو پیدا تو ہے ممات یہی
مرے شریکِ حیات

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کچھ بھی تو نہیں ....!

چند بوندیں ہیں
جنھیں خون کی کہہ سکتے ہیں
لاٹھیاں
گولیاں
سب بوٹ کی جھنکار پہ ناچ اُٹھی ہیں
یہ لہو گرم ہے کیوں ؟
اس میں تلاطم کیوں ہے ؟
اس میں ہیجانِ جنوں ہے شامل
وہ جنوں جس میں خود آرائی کا جذبہ بھی ہے
جس میں موجودہ تمنّاؤں کا قصّہ بھی ہے
پھاڑ دیں بڑھ کے کتابوں کے درخشاں ابواب
اس میں حرّیتِ انسان کی بُو آتی ہے
فہم و ادراک کی دولت ہے نہاں کیوں اِس میں
آؤ ہم جہل مرکّب سے اجازت لے کر
قتل گہ میں انھیں لا کر رکھ دیں
وقت نے تاج جو رکھّا ہے ہمارے سر پر
ہم ہلاکو کی صفت اپنا لیں
اور تاراج کریں
شمس و قمر، لوح و قلم
محض بے کار ہیں یہ ——

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آتشِ یخ زدہ

کتنے احساس
آتش فشاں نام کے
دفعتاً برف کی قاش سے بن گئے

کوئی امید موہوم سی
جیسے اِک دِل میں باقی نہیں

طائرِ پر بُریدہ کے مانند سب
صرف بازو اُٹھا کر
قدم دو قدم
چل کے دیکھے زمیں کی طرف یاس سے
اور پھر لڑکھڑا کر کسی ایک سمت
زخمی بازو کے بل گر پڑے
بند آنکھوں میں پھرنے لگیں عہدِ رفتہ کی پرچھائیاں
وہ بہار آفریں شاخ پر
مسکراتے ہوئے پھولوں کے درمیاں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چند تنکوں کا اک آشیانہ جو تھا
صبح کو روز اُٹھ کر نسیمِ سحر
آکے جھولا جھلاتی تھی کس ناز سے
خاورِ شرق کی ہر اچھوتی کرن
ڈھیروں سونا لُٹاتی تھی انداز سے
بیکراں تھیں خلاؤں کی پہنائیاں
جو کہ خوابیدہ خوابوں کی تعبیر تھیں
بازوؤں کے لئے میرے نخچیر تھیں
وسیع آسماں
اور پھیلی زمیں
پُتلیوں میں مری
ایک نقطہ سے تھے
ساری دُنیا سمٹ کر پروں میں مرے
بے حقیقت خس و خار کی طرح تھی
سر اُٹھائے پہاڑوں کے یہ سلسلے
جیسے کاغذ کے نقشے پہ پھیلے ہوئے
کنکروں کے نشاں
سرسراتی ہوئی ناگنوں کی طرح

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ندّیاں خم بہ خم تھیں رَواں
کھیت، میدان، کھلیان سب
جگنوؤں کی طرح
بند مٹّھی میں تھے کُلبلاتے ہوئے

پچھلی اپنی یادوں نے بدلی ہے جب
دام و دانے کی زنجیر پہنا گئی
خود پہ بیتے ہوئے سب حَسیں واقعے
اب فسانے سے معلوم ہونے لگے

اب تو اِحساس
آتش فشاں نام کے
برف کی قاش بن کر مرے ذہن میں جم گئے
آسمان و زمیں اجنبی ہو گئے
ہاتھ آیا نہ کچھ بھی
خلا کے سوا ــــــ!

ماہنامہ زیور پٹنہ
" آفاق لندن
آل انڈیا ریڈیو پٹنہ (کہکشاں)

●●

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گذرتے موسم کی چاپ

تارے آکاش پہ دَم توڑ گئے
صبح نے لی ہے اَبھی انگڑائی
کچھ دھندلکوں کے نشان چاروں طرف پھیل گئے
دُور پُورب میں سیاہی کی کرن پھیکی ہے

ملگجی، نیلی سی اِک جیسے رِدا پھیل گئی
دُھند کے گالے سے ہر ایک طرف اڑنے لگے
ہلکی ہلکی سی دھنک لالی کی اِک لہرائی
دیکھتے دیکھتے سرخی کی کرن پھوٹ پڑی
اور بہنے لگی
مشرق میں یہ خُون شُہدا کی مانند

مُعتدل وقت کی رَفتار یہاں تک پہونچی
اب ہَواؤں کا گذر جسم پہ ممکن ہی نہیں
کیونکہ سُورج نے بدل دی رَفتار

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیز تر اور ہُوا جاتا ہے اُس کا رہوار

گھر میں گوریّوں کی چہکار کا عالم بھی ہے خُوب
گھاس اور پھُوس دبائے ہوئے منقاروں میں
اپنے کھوکھوں میں چلی جاتی ہیں
آشیانے کی ہیں، تعمیر کے ساماں کیا کیا
اِتنی مصروف ہیں سُدھ بُدھ ہی نہیں ہے کوئی

سردیاں بیت گئیں
اس کے یہ آخری لمحے بھی گریزاں سے ہیں
جتنے باقی ہیں وہ پرّاں سے ہیں
دوسرے دَور کی آہٹ کا گماں ہوتا ہے
دھیمی دھیمی سی کوئی چاپ چلی آتی ہے

آہ اس دَورِ سبک رَو کا وہ اندازِ حسیں
بھولنے پر بھی مگر ذہن سے جاتا ہے کہیں
نقش ہے دل پہ کہ جیسے ہونگیں

آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ
ماہنامہ تعمیر، ہریانہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کون کہتا ہے؟

کون کہتا ہے

کہ ہے طبقۂ نسواں میں جمود

یعنی بازار میں اب جنسِ گراں مایہ نہیں ہے کوئی

دادیاں پوپلے منہ والی

نہیں جن کی کہانی میں پری کا کوئی سحر

ماؤں کے پاس کلیجہ نہیں گرنہ بھر کا ہے

جو چہیتوں کا کٹاتی ہیں گلا اپنی خوشی سے خود ہی

اپنے وطن کی خاطر!

بیٹیاں بوجھ اٹھاتی نہیں گھر کا کوئی

بہوئیں مدہوش ہیں آرائش یال و پر میں

اب زمانے، نے ہر اک فکر کا بدلا ہے مزاج

دادیاں، مائیں، بہو، بیٹیاں، یعنی ہر اک

ملک اور قوم کی تعمیر میں سرگرداں ہیں

اور ادب ———

جس نے بخشا ہے ہر اک شئے کے سمجھنے کا شعور

اس پہ قرباں ہے جاں اور ———

بہت کچھ ہے ابھی ۔۔۔۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رشتہ اپنے ماضی کا

سیکڑوں سال کے
روز اور شب سے ہیں
اپنے ماضی کے رشتے جڑے

ساحلِ سندھ پر
ایک دُو خانی کشتی رَواں
جس میں بیٹھے ہوئے کچھ حسیں نوجواں
اِک حسیں سا کنارا جو آیا نظر
رُک گئے لوگ سب
اور حیرت سے ہر چیز دیکھا کئے
سَر اٹھائے کھجوروں کے کچھ پیڑ تھے
سَرسَراتی ہوا
پل رہی تھی جو بُوئے محبت کی آغوش میں

پتّھروں کے بڑے صاف و سادہ مکاں
تھے مکیں جن کے مِہر و محبّت کے بُت
پانی میٹھا بھی تھا اور خوش ذائقہ
اِن جوانوں کے دل کو فضا بھا گئی
زندگی جھُومی اور ایسے ماحول پر
رُک گئی دفعتاً ــــــــ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مندروں کے سنہرے اور اونچے کلس
نقرئی جن کے گھنٹوں کی آواز تھی
کتنی تھی دلپذیر
اور رَس سے بھری

نوجوانوں کے پاکیزہ جُھرمٹ سے اِک
نوجواں نے پکاری فجر کی اذاں
جس میں خوابیدہ تھیں کتنی رعنائیاں

(دو صداؤں میں بے لَوث سنگم ہوا)
دونوں مِلتے رہے
دل بھی مِلتے گئے
اب اذاں اور ناقوس تھے مُشترک

دونوں تھے شادماں
دونوں تھے مطمئن
دونوں ملتے رہے، دونوں مِلتے گئے
مشترک ایک تہذیب پلتی گئی
تھی جو پاکیزہ تر
اور مہر و مروت کی آئینہ دار
جس سے آئی گلستاں میں اپنے بہار
آج ہر پھول پر یوں جو ہے تازگی
سالہا سال کی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اپنی محنت کا ثمرہ ہے یہ
اپنے پُرکھوں کی اک دین ہے
غم اٹھائے
جنھوں نے مگر
رشتے کو اور مضبوط کرتے رہے
اس کی کڑیوں کو مربوط کرتے رہے
ہم بھی وارث انھیں کے ہیں
اور تم بھی ہو
ٹوٹنے پائے دھاگا نہ، یہ دیکھنا

خونِ دل سے بنائیں گے
موتی جو ہم
دُرِ شہوار آنکھوں سے ٹپکائیں جو
گوندھ لیں گے اسی ایک رشتہ سے ہم
کیونکہ ماضی سے اپنے
ہمیں پیار ہے
کیوں کہ "ماضی" ہمارا یہی "حال" ہے
کوئی 'آیندہ' اس سے الگ ہوگا کب!
سیکڑوں سال کے
روز اور شب سے ہیں
اپنے ماضی کے رشتے جڑے

●●

آل انڈیا ریڈیو ایکسٹرنل سروس نئی دہلی
ہفت روزہ 'عظیم آباد اکسپریس' پٹنہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اپنے بیٹے فیصل شہریار کے لئے

ابھی تو چند مہینے ہی تُو نے دیکھے ہیں
خُدا کرے کہ تری عمر ہو طویل و دراز
ہو تابناک ترے جسم و ذہن کی صحّت
کُشادہ تجھ پہ ہوں عقل و خرد کے دروازے
کچھ اس طرح سے بڑھے قوّتِ نمُو تیری
کہ نَو دمیدہ تناور درخت بن جائے
سنِ شعُور کو پہنچے تو ذِہن تازہ میں
ترے بزرگوں کے کردار سکارنامے ہوں
تری نِگاہ میں ہو خاندان کی تاریخ
نہیں ہے گرچہ وہ قرطاس پر رقم ــــ لیکن
ہے اُستوار وہ سینہ بہ سینہ قرنوں سے

اے روشنی کے امیں، گوہرِ صدف سُن لے
نئے زمانے میں تو قصّۂ سَلف سُن لے
نمُود و نام سے کوئی غرض نہ تھا اُن کو
بس ایک جذبۂ بے انتہا ــــ مگر خاموش

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کہ قوم و مُلک کے افراد میں اخوّت ہو
ہر ایک شاخِ چمن پر گُلِ محبّت ہو
دِماغ پر رہے ہر ایک کے رَواداری
فَساد، فرقہ پرستی سے سَب کو نفرت ہو
نہ ہو کسی سے کسی شخص کی دلآزاری
دَراز دَستِ تعاون ہو بے کسوں کے لئے
بڑوں کا پاس ہو، چھوٹوں کی دِلدہی بھی ہو
فرَیب، مکر، تکبّر ہے خَصلتِ اِبلیس
ہے آدمی کے لئے بس یہی کہ ہو خود دار
سَلف نے دی ہیں جو قُربانیاں وہ یاد رہیں
ہو تیرے دل میں بھی بے لوث جذبۂ ایثار
بہت ضروری ہے تعلیم کی لگن بیٹے!
اسی میں دین بھی پنہاں ہے اور دُنیا بھی
اسی سے زلیست ہے روشن، شعورِ فن زِندہ
ہر ایک طرزِ معیشت ہے اس سے تابندہ

اَے میرے لعل! تجھے عمرِ خضر مل جائے
ہو تیرا قلب کشادہ، دِماغ روشن ہو
اَے خاندان کی تاریخ کے سُنہری باب!
ترے شعور و عمل کا چَراغ روشن ہو

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

दरते दुलेखी

(सलमा जावेद